معلومات کی تحقیق کی نصیحت پر اتفاق رائے کے ساتھ' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے انہوں نے لوگوں کے ایک گروپ کو منتخب کیا اور ان کو ذوالقرنین کی دیوار تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ قرآن پاک کے نزول سے پہلے عربوں نے اس قسم کی دیوار کے بارے میں کبھی بھی نہیں سنا تھا لیکن قرآن پاک نے اس کو بیان کیا اور وہ اس کو دریافت کرنے کے قابل ہو سکے' اور حقیقت میں یہ اب بھی وہاں دربند (Durband) کے مقام پر روس میں موجود ہے۔

میرا یہاں اس بات پر زور ہے کہ قرآن پاک بہت سی چیزوں میں بالکل درست ہے۔ لیکن درست ہونے کا یہ مطلب ضروری نہیں کہ یہ کتاب ایک مقدس آسمانی صحیفہ ہے۔ درحقیقت درست ہونا اس کے آسمانی صحیفہ ہونے کی صرف ایک کسوٹی ہے۔ مثال کے طور پر ٹیلی فون ڈائریکٹری درست ہوتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ آسمان سے اتاری گئی ہے۔ حقیقی مسئلہ اس بات میں ہے کہ اس بات کا ثبوت فراہم کیا جائے کہ قرآن پاک کی معلومات کا اصل سرچشمہ کیا ہے۔ اس کی تاکید پڑھنے والے پر ہے۔ کوئی بھی قرآن پاک کے مستند ہونے کی بغیر اچھے خاصے ثبوت کے محض تردید نہیں کر سکتا۔ اگر اس میں کوئی غلطی تلاش کرتا ہے تو پھر اس کو حق ہے کہ وہ اس کو غیر مستند قرار دے۔ بالکل یہی بات ہے جس کی قرآن پاک حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ایک دفعہ لیکچر کے بعد میرے پاس ایک شخص آیا' جو کہ میں نے جنوبی ایشیا میں دیا تھا۔ وہ اس پر بہت ناراض تھا جو میں نے کہا۔ سو اُس نے دعویٰ کیا کہ میں گھر جا رہا ہوں' آج رات میں قرآن پاک میں ایک غلطی ضرور نکالوں گا۔ میں نے کہا مبارک ہو' یہ سب سے عقلمندی کی بات ہے جو اب تم نے کی ہے۔ یقینی طور پر یہی وہ طرزِ عمل ہے جس کی مسلمانوں کو لے کر چلنے کی ضرورت ہے ان لوگوں کے ساتھ جو قرآن پاک کے مستند ہونے پر شک کرتے ہیں' کیونکہ قرآن پاک بذاتِ خود اسی قسم کے چیلنج کو پیش کرتا ہے۔ یہ اٹل بات ہے کہ اس کا چیلنج قبول کرنے کے بعد یہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں گے کہ یہ صحیح ہے تو یہ لوگ اسے باور کر لیں گے' کیونکہ وہ اس کو غیر مستند ثابت نہیں کر سکے۔

مختصر یہ کہ درحقیقت قرآن پاک بذاتِ خود اپنی عزت منواتا ہے' کیونکہ وہ خود اس کے مستند ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ایک ضروری حقیقت جس کو بار بار نہیں کہا جا سکتا' قرآن پاک کے مستند ہونے کے متعلق کافی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر کوئی بذاتِ خود کسی ایک عمل کی وضاحت کرنے کے لئے نااہل ہے تو ضروری نہیں کہ وہ اس عمل کا وجود قبول کرے یا کسی دوسرے شخص کی اس عمل کے متعلق وضاحت تسلیم کرے' بالخصوص صرف اس لئے کہ چونکہ ایک شخص کسی بات کی وضاحت نہیں کرسکتا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی وضاحت کو تسلیم کرلے۔ تاہم اس کا دوسری وضاحتوں سے انکار اس ثبوت کی ذمہ داری اس شخص پر ڈال دیتا ہے کہ وہ اس کا مناسب جواب تلاش کرے۔ عام طور پر یہ نظریہ زندگی کے بہت سے معاملات پر لاگو ہوتا ہے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر یہ نظریہ قرآن کے چیلنج پر پورا اترتا ہے اور ان لوگوں کو مشکل میں ڈال دیتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ''میں اس پر یقین نہیں رکھتا''۔ عین انکار کے اعلان کے وقت یہ اس شخص کے اوپر ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بذاتِ خود وضاحت تلاش کرلے اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسروں کے جوابات ناکافی ہیں۔ (بالخصوص قرآن پاک کی ایک آیت جس کا میں نے انگلش میں ہمیشہ غلط ترجمہ دیکھا ہے)۔ اللہ ایک ایسے شخص کا حال بیان کرتا ہے جس کے سامنے ایک سچائی واضح کی گئی مگر وہ شخص اپنے فرض سے غافل رہا' کیونکہ اس نے معلومات سننے کے بعد اس کی صحت کی جانچ نہیں کی تھی۔ دوسرے الفاظ میں ہر وہ شخص خطا کار ہے جو کوئی چیز سنتا ہے مگر تحقیق نہیں کرتا کہ وہ صحیح ہے یا غلط!

اگر آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ اس کے مطابق قرآن پاک کا اصل منبع (Source) کیا ہے تو وہ آپ کو بتائے گا کہ یہ ایک آدمی کے دماغ کی اختراع ہے جو کہ (نعوذ باللہ) سودائی تھا۔ پھر آپ اس سے پوچھیں کہ اگر یہ ان کے دماغ کی اختراع ہے تو جو اِس کے اندر معلومات ہیں وہ کہاں سے آئی ہیں؟ یقینی طور پر قرآن پاک بہت سی ایسی چیزوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جن سے عرب واقف نہ تھے۔ تو جو بات آپ نے اس سے کہی تھی اس کی وضاحت کے لئے وہ اپنی گفتگو تبدیل کرے گا اور

کہے گا کہ اچھا ہوسکتا ہے کہ وہ (حضرت محمد ﷺ) سودائی نہیں تھے، لیکن یہ تو ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے ملک سے آئے ہوئے شخص نے ان (ﷺ) کو یہ معلومات فراہم کر دی ہوں۔ پھر انہوں (ﷺ) نے لوگوں سے جھوٹ بول کر کہا کہ میں ایک نبی ہوں۔ اس موقع پر آپ کو اس سے پوچھنا چاہئے کہ اگر حضرت محمد ﷺ غلط تھے (نعوذ باللہ) تو پھر ان میں اتنا اعتماد کہاں سے آیا؟ اور انہوں نے ساری زندگی کیوں ایسا برتاؤ کیا جو کہ ایک نبی کا ہوتا ہے؟ پھر وہ بلی کی طرح اچھل کر دوبارہ اپنے اسی نقطۂ نظر پر واپس آ جائے گا اور پھر وہی فضول بحث شروع ہو جائے گی۔

جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہی کیا جا چکا ہے کہ قرآن پاک میں ایسی بہت سی معلومات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کو دیوارِ ذوالقرنین کے متعلق کس نے بتایا جو جگہ شمال میں سینکڑوں میل کی مسافت پر تھی؟ کس نے آپ ﷺ کو ایمبریالوجی سے متعلق بتایا؟ ان تمام باتوں کا اعتماد خود منواتا ہے کہ قرآن پاک ایک سچا اور مقدس آسمانی صحیفہ ہے۔ جیسا کہ پیغمبر ﷺ کا ایک چچا ابولہب تھا۔ یہ شخص اسلام سے اس قدر نفرت کرتا تھا کہ اس نے پیغمبر ﷺ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ یہ شخص اگر پیغمبر ﷺ کو کسی اجنبی کے پاس کھڑا دیکھ لیتا تو ان کے جدا ہونے تک انتظار کرتا اور اس اجنبی سے جا کر پوچھتا کہ محمد (ﷺ) نے اس سے کیا کہا ہے۔ اور اگر حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ یہ دن ہے تو وہ کہتا نہیں یہ رات ہے، اور اگر محمد (ﷺ) نے کہا ہو کہ یہ سیاہ ہے تو وہ کہتا کہ نہیں یہ سفید ہے۔ وہ اس قدر ہمدردانہ اور قابل اعتماد ہو کر بالکل اس کے مخالف بات کرتا جو کہ حضرت محمد ﷺ یا مسلمان کہتے۔ تاہم ابولہب کی وفات سے دس سال پہلے قرآن پاک میں ایک سورۃ ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں بالکل واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ابولہب کو جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک اعلان ہے اس دعوے کے ساتھ کہ ابولہب مسلمان نہیں ہوگا اور ہمیشہ کے لئے رد کر دیا جائے گا۔ دس سال تک ابولہب یہ کہتا رہا کہ میں نے سنا ہے کہ

محمد (ﷺ) پر نازل ہوا ہے کہ مَیں کبھی بھی تبدیل نہیں ہوسکتا' یعنی میں کبھی بھی مسلمان نہیں ہوسکتا اور آخر کار میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں گا۔ ٹھیک ہے' اچھا میں اسلام قبول کرتا ہوں' تمہیں کیسا لگے گا؟ اور اب تمہارا اس مقدس آسمانی صحیفے کی سچائی کے متعلق کیا خیال ہے؟ لیکن اس نے ساری زندگی ایسا نہیں کیا۔ اور بالکل یہی سلوک اس کے ساتھ ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس نے ہمیشہ اسلام کی مخالفت کی۔ وہ اس کے بعد دس سال تک زندہ رہا لیکن نہ اس نے اسلام قبول کیا اور نہ ہی اس کے دل میں اسلام کے لئے کوئی ہمدردی پیدا ہوئی۔ اگر حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر نہیں تھے تو آپ ﷺ کو کس طرح اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ ابولہب قرآن پاک کی ان آیات کی تصدیق کرے گا۔ اس قدر اعتماد کس طرح ممکن ہے کہ کوئی کسی کو دس سال کا عرصہ دے کہ وہ اس کی نبوت کو غلط ثابت کر سکے!

اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ اس قسم کا خطرناک دعویٰ کرنے کے بعد کسی کو یقینی طور پر یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ ان پر مقدس آسمانی صحیفہ نازل ہوا۔ حضرت محمد ﷺ کے اپنی نبوت پر اعتماد ہونے اور خدائی حفاظت میں ہونے کی ایک اور مثال یہ ہے کہ جب آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مکّے سے مدینہ ہجرت کی تو ایک غار میں پناہ لی۔ ان دونوں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ انہیں مارنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں' جس سے حضرت ابوبکرؓ گھبرائے۔ یقینی طور پر پیغمبر ﷺ (نعوذ باللہ) اگر جھوٹے یا جعل ساز ہوتے تو ان سے یہ اُمید کی جاتی کہ آپؐ اپنے دوست حضرت ابوبکرؓ سے فرماتے: ''اے ابوبکرؓ اس غار کے پیچھے سے کوئی راستہ دیکھو یا گھٹنے ٹیک کر ایک کونے میں خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ''۔ لیکن درحقیقت جو کچھ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اس سے آپؐ کا اعتماد اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اطمینان رکھو (Relax) اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اللہ ہی ہماری حفاظت کرے گا''۔

سات سال پہلے کی بات ہے میرے گھر میں ایک وزیر آیا۔ جس کمرے میں ہم

بیٹھے ہوئے تھے میز کے اوپر قرآن پاک پڑا ہوا تھا۔ وہ وزیر نہیں جانتا تھا کہ یہ مقدس کتاب کیا ہے۔ گفتگو کے دوران میں نے قرآن پاک کی طرف اشارہ کیا اور کہا میرا اس کتاب پر بہت اعتماد ہے۔ اس نے قرآن پاک کی طرف دیکھا اور بغیر یہ جانے کہ یہ کون سی کتاب ہے' کہا ''اچھا میں تمہیں بتاتا ہوں اگر یہ کتاب بائبل نہیں ہے تو یہ ایک انسان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے''۔ اس کی بات کے جواب میں مَیں نے کہا کہ ''تم مجھے بتاؤ کہ اس کتاب میں کیا ہے؟'' اور صرف تین سے چار منٹ کے دوران میں نے اس کو صرف چند چیزیں بتائیں جو کہ قرآن پاک میں موجود تھیں۔ ان تین سے چار منٹ کے بعد اس کا ذہن بالکل تبدیل ہو گیا اور اس نے واضح طور پر اعلان کیا کہ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو' ایک انسان ایسی کتاب لکھ ہی نہیں سکتا' اس کو تو شیطان نے لکھا ہے'' (نعوذ باللہ)۔ بدقسمتی سے اس قسم کا رویہ رکھنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بہت جلدی میں اور ایک گھٹیا قسم کی معذرت ہے۔ دوسرا یہ کسی بھی تکلیف دہ صورت حال سے نکلنے کا سب سے فوری اور آسان حل ہے۔

بائبل میں ایک بہت ہی مشہور کہانی ہے کہ ایک دن بہت سے یہودیوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مُردے کو زندہ کیا۔ وہ آدمی چار روز سے مرا ہوا تھا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے اور انہوں نے صرف اتنا کہا ''کھڑے ہو جاؤ'' تو وہ آدمی سیدھا کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ اس موقع پر کچھ یہودی جو اس کو دیکھ رہے تھے' انہوں نے بے یقینی سے کہا ''یہ تو شیطان ہے۔ شیطان نے اس کی مدد کی'' (نعوذ باللہ) اب یہ کہانی بار بار دنیا کے تمام گرجا گھروں میں سنائی جاتی ہے۔ اور لوگ اس پر بڑے بڑے آنسو بہا کر روتے ہیں' یہ کہتے ہوئے کہ اوہ! اگر مَیں وہاں ہوتا تو مَیں اس طرح کا احمق کبھی نہ ہوتا جیسا کہ وہ یہودی تھے۔ حالانکہ یہ لوگ پورے وثوق کے ساتھ وہی کچھ کر رہے ہیں جو کچھ یہودیوں نے کیا۔ جب آپ صرف تین منٹ ان کو قرآن پاک کی چند آیات دکھاتے ہیں تو یہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ''اوہ! اس کو تو شیطان نے لکھا ہے'' (نعوذ باللہ) کیونکہ حقیقی طور پر یہ لوگ کونے میں دھکیل دیئے گئے ہیں اور ان کے

پاس کوئی پائیدار جواب نہیں ہے اور وہ اس قسم کے گھٹیا عذر بناتے ہیں۔

ایک اور مثال جو کہ مکّہ والوں نے حضرت محمد ﷺ کی وحی کے بارے میں کہی' وہ یہ کہ شیطان حضرت محمد (ﷺ) کے پاس وحی لے کر آیا (نعوذ باللہ)۔لیکن تھوڑی سی مزید تفصیل کے ساتھ قرآن پاک بذاتِ خود اس کا جواب دیتا ہے۔ایک آیت میں آیا ہے: ''وہ لوگ کہتے ہیں کہ یقیناً وہ (حضرت محمد ﷺ) جن کے زیر اثر تھے۔لیکن یہ (قرآن پاک) اور کچھ بھی نہیں سوائے جہان والوں کے لئے ایک یاد دہانی کے''۔ یہ ان تمام قسم کے نظریات کے بارے میں ایک دلیل ہے۔ درحقیقت قرآن پاک میں اس نظریئے کے متعلق اور بھی بہت سی دلیلیں ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء میں اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتے ہیں:

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۞ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۞ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۞﴾ (آیات ۲۱۰-۲۱۲)

''اس (کتابِ مبین) کو شیاطین لے کر نہیں اترے ہیں۔ یہ تو ان کے لئے موزوں ہی نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس کے اہل تھے۔ ان کو تو اس کی تلاوت کی سماعت سے پہلے ہی رَدّ کر دیا جاتا ہے۔''

قرآن پاک میں ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا ہے:

﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۞﴾ (النحل:۹۸'۹۹)

''جب بھی تم قرآن پاک کی تلاوت کرو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کر لیا کرو۔ اسے ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان خود اس کو لکھے اور وہ کسی کو کہے کہ جب تم میری کتاب پڑھنے لگو تو اللہ سے کہو کہ وہ تمہیں مجھ سے محفوظ رکھے۔ یہ بات محال ہے۔ درحقیقت انسان اس سے ملتا جلتا تو کچھ لکھ سکتا ہے' مگر کیا شیطان بھی ایسا کر سکتا ہے؟ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس مضمون کے بارے میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچے۔ ایک طرف تو وہ

یہ کہتے ہیں کہ شیطان کبھی یہ کام نہیں کرسکتا اور اگر کرتا بھی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی اجازت نہ دیتا' جبکہ دوسری طرف وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ شیطان اللہ تعالیٰ سے بس تھوڑا سا کم ہے۔ یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ غالباً شیطان ہر وہ کام کرسکتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کرسکتا ہے۔ نتیجتاً جب وہ قرآن پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اسے حیرت انگیز پاتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ اصرار کرتے ہیں کہ یہ شیطان کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ہے کہ مسلمانوں کا یہ رویہ نہیں ہے۔ اگر چہ شیطان میں بھی کچھ صلاحیتیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت ان سے بہت مختلف اور جدا ہے۔ اور کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس بات پر یقین نہ کرلے۔ یہ ایک عام سی بات ہے۔ غیر مسلم بھی مانتے ہیں کہ شیطان آسانی سے کوئی غلطی کرسکتا ہے اور اس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر وہ کوئی کتاب لکھے تو اپنی ہی بات کی تردید کردے۔ پھر قرآن پاک فرماتا ہے کہ:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۝﴾ (النساء:۸۲)

''کیا وہ قرآن پاک میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔''

بنیادی طور پر غیر مسلم قرآن پاک کو جھٹلانے کی فضول کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک کی وہ آیات جن کی ابھی تک وضاحت نہیں ہوسکی ان آیات کو مدّنظر رکھتے ہوئے انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ایک اور حملہ کیا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ دیوانے اور جھوٹے تھے اور لوگوں کو جھوٹی باتوں میں فریب دے کر ان کو غلط راہ پر لگاتے تھے۔ سائیکالوجی (علمِ نفسیات) میں اس قسم کی مرض کو مائی تھومیبا (Mythomenia) کہا جاتا ہے' جس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص جھوٹ بولے اور اس پر یقین رکھے۔ غیر مسلم یہی کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ (نعوذ باللہ) اسی مرض کا شکار تھے۔ لیکن صرف ایک مسئلہ ان کو درپیش ہے۔ اور وہ یہ کہ اس مرض کا شکار کوئی بھی شخص اس قدر صحیح اور بالکل درست حقائق پیش کر ہی نہیں سکتا' حالانکہ تمام کا تمام قرآن پاک صرف حقائق ہی پر مبنی ہے اور اس میں موجود ہر ایک چیز پر تحقیق ہوئی

اور وہ بالکل درست ثابت ہوئی۔ میں یہاں پر ایک مثال دینا چاہوں گا اور وہ یہ کہ اگر کوئی ذہنی طور پر بیمار ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ''میں انگلینڈ کا بادشاہ ہوں'' تو ایک ماہر نفسیات اس کو کبھی یہ نہیں کہے گا کہ ''تم بادشاہ نہیں ہو' تم تو پاگل ہو''۔ بلکہ وہ اس کے ساتھ حقائق میں بات کرے گا اور کہے گا ''ٹھیک ہے' تم کہتے ہو کہ تم انگلینڈ کے بادشاہ ہو' پھر مجھے بتاؤ کہ آج ملکہ کہاں ہے؟ تمہارا وزیراعظم کہاں ہے؟ اور تمہارے محافظ کہاں ہیں؟ ''اب ان سوالوں کو سنتے ہی واقعی وہ پریشان ہو جائے گا اور بہانے ڈھونڈنے کی کوشش کرے گا اور وہ کہے گا'' اوہ ملکہ! وہ تو اپنی ماں کی طرف گئی ہے۔ اوہ وزیراعظم! وہ تو مر گیا ہے۔'' اور آخر کار اس کا علاج کیا جائے گا' کیونکہ وہ ان سوالات کا سامنا نہیں کر سکتا۔ اور اگر ماہر نفسیات اسی قسم کے حقائق پر مبنی سوالات اس کے سامنے پیش کرتا جائے تو بالآخر وہ حقیقت کو تسلیم کر لے گا اور کہے گا کہ میرا خیال ہے کہ میں انگلینڈ کا بادشاہ نہیں ہوں۔ بالکل قرآن پاک کا بھی یہی طریقہ کار ہے۔ جو کوئی بھی اس کی تلاوت کرتا ہے قرآن پاک بالکل ایک ماہر نفسیات کی طرح اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ایک آیت ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یونس:۵۷)

''لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لئے راہنمائی اور رحمت ہے۔''

پہلی نظر میں یہ ایک غیر واضح قسم کی تحریر معلوم ہوتی ہے' لیکن اس آیت کے معانی بالکل واضح ہو جاتے ہیں جب کوئی اوپر بیان کردہ مثال کی روشنی میں اس کا مطالعہ کرتا ہے۔ درحقیقت کوئی بھی شخص صحت یاب ہو جاتا ہے جب وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ یعنی نہ صرف یہ ایک علاج ہے بلکہ اس میں حقیقی طور پر شفا بھی ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کے حقائق کو تسلیم کرتے ہیں۔

(جاری ہے)

بچوں کی تعلیم وتربیت

پیدائش سے لڑکپن تک

ڈاکٹر انعام اللہ ☆

تعلیم و تربیت ایک ایسا عمل ہے جس میں پرانی نسل ہر آنے والی نسل کو چار چیزوں سے بہرہ ور کرتی ہے:

۱) اپنی اقدار، ۲) رویہ، ۳) ہنر، ۴) معلومات

بظاہر اس ترقی یافتہ دَور نے جہاں ایک طرف انسانوں کو مریخ پر بستیاں بسانے کے قابل بنایا ہے وہاں دوسری طرف اپنے قریب رہنے والے انسانوں سے بہت حد تک دُور کر دیا ہے ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا!

ہمارے معاشرے کے اکثر والدین نے پیدائش کے فوراً بعد ہی اپنے بچوں کو ٹی وی کے سامنے بٹھا کر اپنی دانست میں انہیں ترقی یافتہ اقدار اور معلومات سکھانے کا بندوبست کر دیا ہے۔ بچے کی پیدائش کے اوّل روز ہی سے ٹی وی نے ماں باپ کا تربیتی کردار اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جس کے بھیانک نتائج نئی نسل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ بگڑی ہوئی اولاد گھر میں مضطرب، ناراض اور ذہنی الجھاؤ کا شکار رہتی ہے۔ ماں باپ اس کی بدسلوکی سے نالاں رہتے ہیں، جبکہ عملی زندگی میں قدم رکھنے پر ان کی خودغرضانہ سوچ اور بُرے اخلاق کی وجہ سے معاشرے کا ہر شخص انہیں ناپسند کرتا ہے اور والدین کو

☆ ایم بی بی ایس، ڈی سی ایچ، ایم آر سی پی (یو کے) پلیڈر لائن، اٹک